مجلس ذکر کی شرعی حیثیت

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ بَعْدُ!!

ارشادِ نبوی ہے: ''یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔''

اتنی سخت وعیدیں ہونے کے باوجود آج مسلمانوں کی اکثریت دین کے نام پر بدعات کا شکار ہے۔ ''مجلس ذکر'' بھی اسی سلسلہ کا شاخسانہ ہے۔ اللہ کے ذکر کے نام پر سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے گرد اکٹھا کر کے بدعات کا رسیا بنایا جاتا ہے۔ ان مصنوعی اذکار کی اتنی فضیلت بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے حضرت صاحب اور پیر صاحب سے تعلق گہرا ہو جاتا ہے۔ پھر امر بھی انہی کا چلتا ہے اور اطاعت بھی انہی کی۔ یہی تو ان کو رب بنانا ہے اور اسی کا انجام رسول اکرم ﷺ نے جہنم کی آگ بتایا ہے۔

''مجلس ذکر کی شرعی حیثیت'' میں محترم عبدالقدوس سلفی صاحب نے عام فہم انداز میں انہی قباحتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بدعات کو چھوڑ کر اعتصام بالکتاب والسنۃ کی رغبت دی ہے کہ یہی مسلمان کے لیے نجات کی واحد راہ ہے۔

''مجلس ذکر کی شرعی حیثیت'' اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ نجات کس میں ہے۔ بدعات میں یا اتباع کتاب وسنت میں؟ اللہ صراط مستقیم پر چلائے۔ راستہ ان لوگوں کا کہ جن پر اللہ کا انعام ہوا، نہ کہ یہود ونصاریٰ کا۔

وما علینا الا البلاغ

طالب دعا

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

بدعت کیا ہے؟

مجلس ذکر بدعت ہے یا ثواب؟

الف۔ السلام علیکم

ب - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

الف۔ سنائیے آپ کدھر سے آرہے ہیں؟

ب - مسجد سے آرہا ہوں۔

الف۔ اتنی دیر لگا کر؟

ب - ہاں یار بس آج وہ مجلس ذکر تھی...... میں ذرا اس میں بیٹھ گیا تھا۔

الف۔ کون سی مجلس ذکر............؟

ب - یہ جو ہر ہفتے مسجد میں منعقد ہوتی ہے۔

الف۔ آپ بھی یہ ''مجلس ذکر'' اٹینڈ کرتے ہیں۔

ب - بس یار کبھی کبھی ثواب کے لیے بیٹھ جاتا ہوں۔

الف۔ آپ اس کو ثواب سمجھتے ہیں۔

ب - تو کیا یہ غلط کام ہے؟

الف۔ میرے بھائی یہ تو ''بدعت'' ہے۔

ب - اس میں کون سی برائی ہے؟ اللہ کا ذکر تو نیکی کا کام ہے۔ آپ نیکی کے کام کو بدعت کہہ رہے ہیں۔

الف۔ بدعت تو کہتے ہی اس کام کو ہیں جو نیکی کے جذبے کے تحت کیا جائے مگر اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہ ملتا ہو۔ ورنہ برا کام تو برا ہی ہوتا ہے۔ برے کام کو بدعت نہیں کہتے، برے کام کو ساری دنیا برا کہتی ہے مثلاً چوری، زنا وغیرہ برے کام ہیں۔ یہ بدعت نہیں، گناہ والے کام ہیں۔ ان کے کرنے میں نیکی کا جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔ ''بدعت'' تو وہ کام ہوتا ہے جو دین سمجھ کر نیکی کے جذبے سے کیا جائے لیکن دراصل وہ دین نہ ہو۔

ب - اس طرح تو پھر ساری دنیا بدعت کرتی ہے۔ آپ بھی بدعت کرتے ہیں۔

الف۔ کیسے؟

ب - آپ نے اپنے ہاتھ میں گھڑی پہن رکھی ہے۔آپ بس میں سوار ہوتے ہیں۔کیا یہ کام ﷺ نے کئے تھے یا صحابہ وتابعین کے دور میں تھے؟

الف - میرے بھائی! آپ ذرا غور فرمائیں گھڑی پہننا، بسوں، ریل گاڑیوں یا ہوائی جہازوں پر سفر کرنا دینی کام نہیں ہیں۔ یہ تو دنیاوی ضروریات ہیں۔اب اگر کسی آدمی نے گھڑی نہ پہن رکھی ہوتو ہم اس کو بے دین نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ہم اس کو کسی ثواب سے محروم تصور کرتے ہیں۔اگر کوئی آدمی بس پر سفر کرتا ہے بلکہ وہ ایک دنیاوی ضرورت کے تحت کرتا ہےاور یہ کام تو کافر بھی کرتے ہیں۔حالانکہ اگر یہ دینی کام ہوں تو غیر مسلم کیوں کریں۔

اب آپ دیکھیں مجلس ذکر کوئی غیر مسلم نہیں کرتا۔بعض مسلمان ہی کرتے ہیں اوراس نیت سے کرتے ہیں کہ دین ہےاس کا ثواب ملے گا۔اور مجلس ذکر سے روگردانی کرنے والے یقیناً ثواب سے محروم تصور کئے جاتے ہیں۔

ب - اس طرح آپ عید میلادالنبی ﷺ کی مثال لے لیں مسلمان ﷺ کے دور میں ہمیشہ ہر سال دوعیدیں مناتے چلے آرہے ہیں،عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمۃ اللہ علیہم، تبع تابعین، آئمہ دین اور سلف الصالحین کے دور میں دوعیدوں کے علاوہ تیسری کسی عید کا وجود نہیں ملتا۔لیکن آج لوگوں نے عید میلادالنبی ﷺ کے نام سے ایک تیسری عید بناڈالی ہے۔اورا س کو محبت رسول ﷺ کے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔حالانکہ صحابہ کرام کو ہم سے کئی گنا زیادہ محبت آپ ﷺ سے تھی۔لیکن انہوں نے کبھی یہ عید نہیں منائی۔اگر یہ نیکی کا کام ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے کبھی محروم نہ رہتے۔چونکہ یہ کام دین سمجھ کر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہےاوراس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔اس لیے یہ بدعت ہے۔

دنیاوی امور جتنے بھی ہوتے ہیں وہ تو مسلم اور غیر مسلم سب کے لیے ہوتے ہیں۔مثلاً کھانا، پینا، پہننا، مکانات تعمیر کرنا، سفر کرنا وغیرہ۔لیکن دینی امور سب کے لیے نہیں ہوتے۔ان کے لیے مذہب کی اجازت ضروری ہے۔اب آپ دیکھیں! عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں کرسمس مناتے ہیں یہ عیسائیوں کا مذہب ہے وہی یہ کام کرتے ہیں۔کبھی کوئی غیر عیسائی یہ کام نہیں کرتا۔حتیٰ کہ وہ مسلمان بھی جوآئے دن بزرگوں کے عرس مناتے رہتے ہیں،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دن نہیں مناتے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔

الف - حال ہی میں جو مرزائیوں پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ اپنی مسجدوں سے کلمہ طیبہ ہٹالیں۔اوران کو عبادت گاہوں کو ''مسجد'' کہنے سے روکا گیا ہے صرف اس لیے کہ اسلام کا کوئی کام غیر مسلم نہیں کرسکتا۔اب ان مرزائیوں کو نہ تو ہم گھڑی پہننے سے روک سکتے ہیں اور نہ بس اور ریل گاڑی میں سوار ہونے سے۔اب آپ ہی بتایئے کہ آپ مرزائیوں کو مجلس ذکر کرنے اور عید میلادالنبی منانے کی اجازت دیں گے؟ ہرگز نہیں۔اس لیے کہ یہ کام آپ اسلام سمجھ کر کرتے ہیں اور اسلام میں ان کاموں کا کوئی ثبوت نہیں۔لہذا انہی امور کو بدعت کہا جاتا ہے۔

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ)) [متفق علیہ]

''جس نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس (دین) میں سے نہیں ہے تو رد کر دینے کے قابل ہے۔''

ب - اگر ''مجلس ذکر'' کا ثبوت نہیں تو منع بھی تو نہیں کیا گیا۔

الف - میرے بھائی! ''مجلس ذکر'' کا ثبوت نہ ہونا اس کا منع ہونا ہے۔ اصول یہ ہے کہ دنیاوی امور کے سلسلے میں منع کی تعلیم دیکھی جاتی ہے۔ دینی امور کے لیے ثبوت دیکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کھانا، پینا، پہننا، رہنا وغیرہ یہ سب چیزیں ضروریات زندگی کے ضمن میں آتی ہیں۔ ان تمام امور میں ہم یہ دیکھیں گے کہ منع کیا کیا ہے؟ مثلاً پینے کی چیزیں جو آج کل ہیں وہ نبی ﷺ کے زمانہ میں تو نہ تھیں کتنے مشروبات ہیں بوتلیں ہیں؟ ان میں ہر چیز کے لیے قرآن وحدیث سے ثبوت تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔ اس میں اصول یہ ہے کہ منع کون سی چیز ہے مثلاً شراب منع اور حرام ہے۔ حالانکہ یہ بھی پینے کی چیزوں میں سے ہے۔ اب ہم شراب کو حرام کہیں گے روح افزا کو جائز کہیں گے۔ اسی طرح لباس دیکھ لیں۔ اب اس میں منع کا پہلو یہ ہے کہ ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے اور عورتوں سے مشابہت ناجائز ہے۔ غیر مسلموں کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔ شلوار یا پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنا منع ہے۔ ان تمام ممنوعات کو مستثنیٰ کر کے آپ ہر قسم کا اچھے سے اچھا لباس پہن سکتے ہیں۔ دوسری طرف دینی امور جن کی بنیاد کوئی دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ وہ کام فی نفسہ دین ہے اس میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ فلاں کام منع نہیں اس لیے جائز ہے۔ یہاں ہر کام کا ثبوت ہونا ضروری ہے۔ اسطرح تو پھر اگر کوئی شخص مغرب کے تین فرضوں کی بجائے چار فرض پڑھ لے یا دو سنتوں کی بجائے تین سنتیں ادا کر لے اور وہ اپنے اس فعل کے حق میں یہ دلیل پیش کرے کہ بتایئے مغرب کے چار فرضوں اور تین سنتوں کو کہاں منع کیا گیا ہے۔ تو پھر ہم کہیں گے اس کا ثبوت دکھاؤ یہاں ثبوت کا مطالبہ ہوگا۔ چونکہ ان تمام امور کا تعلق فی نفسہ دین سے ہے۔ اس لیے جب تک ان کا ثبوت شریعت میں نہ ہو یہ منع ہی تصور ہوں گے۔ انہی امور کو بدعت کہتے ہیں۔

میرے بھائی سائنسی ایجادات کو بدعت نہیں کہتے مذہبی ایجادات بدعت کہلاتی ہیں۔

مجلس ذکر، عید میلاد النبی ﷺ، قبروں پر اذان، اذان سے قبل درود وسلام کا التزام وغیرہ کا تعلق چونکہ دینی امور سے ہے۔ اس لیے جب تک ان کا ثبوت سنت رسول ﷺ اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں ملے گا۔ یہ بدعت ہی کہلائیں گے اور آپ کو معلوم ہے کہ حدیث میں بدعت کو گمراہی بتایا گیا ہے۔

((کُلُّ بِدْعَةٌ ضَلاَلَةٌ))

''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (بخاری)

بدعت کی پہچان کا دوسرا طریقہ:

ایسا کام جو ﷺ کے زمانے میں ہوسکتا تھا۔ اس کام کے کرنے کے اسباب وداعی موجود تھے لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے نہیں کیا اور ہم وہی کام کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے۔

مثلاً ﷺ کے زمانہ میں اذان ہوتی تھی۔ آپ نے اذان سے پہلے درود وسلام کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا۔ حالانکہ حالات ایسے تھے کہ آپ چاہتے تو کرسکتے تھے۔ مگر آپ نے نہیں کیا۔ صحابہ وتابعین کی جماعت نے اس طریقے کو اختیار نہیں فرمایا اس لیے یہ بدعت ہے۔ اب اس میں یہ اختلاف نہیں کہ درود وسلام کہنا جائز ہے یا ناجائز بلکہ اختلاف اس بات کا ہے کہ اس کو اذان سے پہلے ایک طریقہ کے طور پر جو اختیار کیا جاتا ہے اس کا ثبوت کہاں ہے؟ اب ایک گروہ نے اسی بناء پر ضد جو اختیار کی ہوئی ہے کہ ہم ضرور اذان سے پہلے ہی پڑھیں گے حالانکہ انہی لوگوں کے مسلک میں چار رکعتوں والی نماز کے درمیانی تشہد میں اگر خدانخواستہ درود شریف کا ایک کلمہ بھی منہ سے نکل جائے تو سجدہ لازم آتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس حدیث میں ﷺ سے درود شریف کی زیادتی پر سجدہ سہو ثابت نہیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو چیز حدیث سے ثابت نہیں اس کو ثواب سمجھا جائے۔ اسی طرح اذان کے بعد درود ابراہیمی (جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن انہیں ضد ہے کہ اذان سے قبل پڑھیں گے اور الفاظ بھی اپنے من گھڑت ہوں گے۔ درود شریف کے نہ تو وہ الفاظ انہیں پسند ہیں جو ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ ہی موقع ومحل۔ اسی چیز کو تو بدعت کہتے ہیں کہ دین میں اپنی طرف سے چیزیں داخل کردینا۔ بدعت سے دین ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے پھر فرقے بھی وجود میں آتے ہیں۔

ب - ماشاءاللہ آپ نے ''بدعت'' کا تصور خوب واضح کردیا ہے میری بہت سی غلط فہمیاں آج دور ہوئی ہیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ اچھا تو آپ ذرا اس ''مجلس ذکر'' کے بارے میں فرمائیں کہ کیا اس کا کوئی ثبوت نہیں؟

الف - ہرگز نہیں۔

ب - اس کے کرنے والے تو اس کے ثبوت میں آیتوں اور حدیثوں کے انبار جمع کئے پھرتے ہیں۔ ان میں تو اللہ کا ذکر کرنے کی بڑی تاکید ہے۔

الف - ذکرالٰہی واقعی ایک ثواب کا کام ہے۔ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن وحدیث میں اسکی بڑی تاکید ہونے کا یہ مطلب کس طرح ہوگیا کہ اس کو آپ جس طرح چاہیں کرلیں۔ ذکر کی تاکید سے اہمیت تو ثابت ہوتی ہے نہ کہ اس سے ذکر کرنے کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت نکلتی ہے۔ ذکر کی ساری اہمیت وفضیلت اس وقت ہے جب کہ اتباع سنت میں یہ کام ہو۔ اگر اتباع سنت ہی مفقود ہے تو اس کی ساری اہمیت ختم ہوگئی۔ وہ کام تو سرے سے خیر ہی نہ رہا سراسر شر بن گیا۔

ب - کیا آپ نے ان کی وہ کتاب دیکھی ہے جو ذکر الٰہی کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔

الف - جی ہاں وہ ساری احادیث میں نے ان کی کتاب سے پڑھی ہیں۔ جہاں بھی ذکر کا لفظ دیکھا انہوں نے وہاں سے اپنی ''مجلس ذکر'' مراد لے لی۔

ذکر کا کوئی منکر نہیں سوال یہ ہے کہ ذکر کہتے کس کو ہیں؟ پھر ذکر کا کیا کوئی خاص طریقہ ہے؟ مجلس ذکر سے کیا مراد ہے؟ وغیرہ ان تمام سوالوں کا جواب تلاش کرنے سے مسئلہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

ب - اچھا تو آپ ہی فرمایئے ''ذکر'' کسے کہتے ہیں۔

الف - ذکر کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ذکر کے معنی ہیں ''نصیحت'' اسی لیے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ذکر سے ہی تعبیر کیا ہے۔

﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوۡنَ ﴾

[الحجر:٩]

''ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

دوسرے مقام پر ہے۔

﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ [ص:٨٧]

''یہ قرآن جہان والوں کے لیے ذکر (نصیحت) ہے۔''

اہل علم کو قرآن مجید میں اہل ذکر کہا گیا ہے۔

﴿ فَاسۡئَلُوۡا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾

[النمل:٤٣]

''پس تم اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے''

ذکر نماز کو بھی کہا گیا ہے۔

﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ ﴾ [طه:١٤]

''کہ نماز قائم کرو میرے ذکر کے واسطے۔''

خطبہ جمعہ کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔

﴿ اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ﴾ [الجمعه:٩]

''جب جمعہ کی اذان آجائے تو اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ سننے) کی طرف دوڑو۔''

حدیث میں بھی خطبہ جمعہ کو ''ذکر'' کہا گیا ہے۔
بخاری ومسلم کی حدیث ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ترتیب وار آنے والوں کا ثواب لکھتے ہیں۔ پہلے آنے والے کے لیے اونٹ، پھر گائے، پھر دنبہ، پھر مرغی اور آخر میں انڈے کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا ثواب لکھتے ہیں۔ جب امام منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو اپنی کاپی بند کر دیتے ہیں۔

وَيَسۡتَمِعُوۡنَ الذِّكۡرَ ''اور وہ ذکر (یعنی خطبہ) کو سنتے ہیں۔''
بعض الفاظ جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے، انہیں ذکر کہا گیا ہے۔
جیسے حدیث میں آتا ہے۔
((اَفۡضَلُ الذِّكۡرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

''بہترین ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔''
اسی طرح سُبۡحَانَ اللّٰهِ، اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ، اللّٰهُ اَكۡبَرُ وغیرہ زبان سے ادا کرنا بھی ذکر الٰہی ہے۔ ہر نماز کے بعد ایسی تسبیحات پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔ آج بھی لوگ نمازوں کے بعد ایسے وظائف کافی دیر تک پڑھتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ ذکر کرتے تھے۔ ان کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے۔
مجلس ذکر کا باقاعدہ، باجماعت، منظّم ہو کر، دائرے کی شکل، میں با آواز بلند ذکر کرنے کا نقشہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کہیں نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ ان کے امام، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں۔
ب - ایک آیت یہ اکثر پڑھتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔
﴿ وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴾

[الجمعه:١٠]

''اور تم اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاوٴ۔''
الف - سورۃ الجمعہ میں یہ آیت ایک خاص سیاق وسباق سے آئی ہے۔ اسے دیکھنے سے اس کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں۔
﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوۡا الۡبَيۡعَ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴾

[الجمعه:٩]

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن تمہیں نماز کے لیے ندا کی جائے (یعنی اذان ہو) تو اپنی تجارت چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف بھاگو۔ اگر تم جانو! تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔''

اس آیت میں خطبہ جمعہ کو ذکر کہا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے خطبہ جمعہ میں وعظ ونصیحت ہوتی ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہو گیا کہ وعظ وتبلیغ کو قرآن ذکر کہہ رہا ہے اور ''مجلس ذکر'' کا بھی یہی مفہوم ہے یعنی ایسی مجلس جس میں وعظ ونصیحت ہو۔

دوسری آیت مکمل اس طرح ہے۔

﴿ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الجمعه:۱۰]

''پس جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا بہت ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

یہ ہے وہ آیت جس کا آخری ٹکڑا یہ لوگ پڑھتے ہیں اس آیت میں نماز جمعہ کے بعد زمین میں پھیل کر اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے حالانکہ یہاں نماز جمعہ کے بعد ذکر کرنے سے پہلے زمین میں منتشر ہو جانے کا بھی حکم موجود ہے۔ اس سے اپنی مروجہ مجلس ذکر کے معنی کشید کرنا کس قدر ناانصافی ہے۔

ب - زمین میں منتشر ہو کر اللہ کا ذکر کیسے ہوتا ہے؟

الف - یہاں دراصل اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے کا مطلب اللہ کو بہت یاد رکھنا ہے۔ یعنی اب تم نے ذکر یعنی خطبہ سن لیا۔ نماز جمعہ ادا کر لی۔ اس کے بعد جب دکان پر جا کر بیٹھو تو تمہارے دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے۔ یعنی تمام دینوی امور سرانجام دیتے وقت اللہ کو یاد رکھو۔

اس بحث سے ذکر کی دو صورتیں سامنے آ گئی ہیں۔

ایک یہ کہ زبان سے ورد کیا جائے دوسرا وہ مواقع جہاں سنت سے خاص خاص دعائیں پڑھنا ثابت ہیں۔ مثلاً کھانا کھانے کی دعا، بیت الخلاء جانے کی دعا۔ پڑھی جائیں تو کیا یہ کوئی کم اللہ کا ذکر ہے۔ قدم قدم پر برکت ہوگی۔ اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت بہترین ذکر ہے۔

اسی طرح یہ آیت بھی لوگ اکثر پیش کرتے ہیں۔

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ﴾ [النساء:۱۰۳]

''جب تم نماز (خوف) ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔''

اب یہاں بھی ذکر کا مطلب ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنا ہے۔ خواہ کھڑے ہو۔ بیٹھے ہو یا لیٹے ہو۔

یہ لوگ جتنی بھی آیات پیش کرتے ہیں ان میں ذکر کا مفہوم اسی قسم کا ہے اور ثابت کرتے ہیں اپنی ''مجلس ذکر'' جو مجلس ذکر کم اور مجلس ہنگامہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض آیات میں صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی پوری زندگی ذکر سے معمور ہے یعنی یہ ذکر کی دوسری صورت ہے جس میں مسلمان اپنے طرز عمل سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

لوگوں کو اس بات کی ترغیب دلانا چاہیے کہ وہ فارغ اوقات میں فضول گپیں لگانے کی بجائے تلاوت قرآن پاک کرلیا کریں۔ یا کوئی کلمہ جس کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے اس کا ورد کرتے رہا کریں۔ اور جب بھی کوئی کام سرانجام دیں اس سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ اللہ راضی ہے کہ نہیں، یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ یہ نہیں کہ ہفتے میں ایک دفعہ مجلس ذکر منعقد کرلی اور مجلس کے فوراً بعد فضولیات ولغویات شروع کردی جائیں۔

ب - یہ تو قرآنی آیات ہوئیں۔ حدیثوں میں ''مجلس ذکر'' کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

الف - وہاں بھی مجلس ذکر سے مراد تعلیم وتدریس کی مجلس ہے جس میں قرآن وسنت پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی مجلس کو ''مجلس ذکر'' سے ہی تعبیر کرتے تھے۔ وعظ ونصیحت کی مجلس ہی دراصل ''مجلس ذکر'' کہلاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ انہوں نے مسجد میں ایک دائرہ بنا کر کسی ایک آدمی کی امامت وقیادت میں ذکر کیا ہو۔ اور پھر اس قدر شور برپا کیا ہو کہ سارا ماحول ہی پریشان ہو جائے۔

ب - وعظ ونصیحت کو آپ کیسے مجلس ذکر کہتے ہیں۔

الف - ذکر تو کہتے ہی نصیحت کو ہیں۔ قرآن مجید نے اسی لیے تو خطبہ جمعہ کو ذکر سے تعبیر کیا ہے۔ اور حدیث میں بھی خطبے کو ذکر کہا گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ فرشتے جمعہ کے روز مسجد کے دروازے پر سب سے پہلے آنے والے آدمی کا ثواب ایک اونٹ کی قربانی کے برابر لکھتے ہیں۔ پھر آنے والے کا ثواب گائے کی قربانی کے برابر اسی طرح پھر بکرے کی قربانی کا ثواب۔ حتیٰ کہ مرغی اور انڈے کی بھی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور جب خطیب منبر پر خطبہ شروع کرتا ہے تو حدیث میں لفظ ہیں کہ ((هُمْ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ)) ''کہ وہ فرشتے پھر مجلس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ذکر کو سنتے ہیں۔'' یہ ذکر خطبہ ہی تو ہے۔

ب - ایک حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ جب کچھ لوگ ذکر منعقد کرتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہو کر اس مجلس کو گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب؟

الف - یہ حدیث بلاشبہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملتے جلتے الفاظ سے دو حدیثیں مروی ہیں۔ ایک کو یہ لوگ پیش کرتے ہیں دوسری کو پیش نہیں کرتے۔ جو حدیث یہ لوگ پیش کرتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں۔

((مَا مِنْ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ ﴾

''جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ان کو فرشتے سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور ان کو اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان خاص فرشتوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں کہیں بھی مجلس کا لفظ نہیں

صرف اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کی فضیلت بیان ہو رہی ہے اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث بھی سن لیجئے جو ذکر کی مجلس کا صحیح مفہوم بیان کرتی ہے۔ یہ لمبی حدیث ہے۔صاحب مشکوۃ نے کتاب العلم میں اس کو نقل کیا ہے۔الفاظ یہ ہیں۔

﴿ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقَ الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِّنْ بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ ﴾

[مشکوٰۃ شریف کتاب العلم فصل اول عن ابی ہریرہؓ]

''جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بہشت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب جمع ہو جاتے ہیں کچھ لوگ اللہ کے گھر (مسجد میں) اور وہ اللہ کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین نازل ہوتی ہے اور خدا کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ذکر اپنے فرشتوں میں کرتا ہے۔''

اب آپ دیکھیں اس حدیث نے پہلی حدیث کی خوب وضاحت کر دی ہے۔راوی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔پہلی حدیث میں صرف ذکر کرنے والے لوگوں کی فضیلت بیان ہو رہی تھی۔اب یہاں وضاحت ہوگئی کہ ذکر کون سا تھا اور کیسے کرتے تھے۔جیسے قرآن مجید کی آیت دوسری کی وضاحت کر دیتی ہے۔ایسے ہی ایک حدیث دوسری کی وضاحت کرتی ہے۔

ایسی علمی مجلس جس میں قرآن و حدیث کا درس ہو، دین سمجھنے سمجھانے کے لیے سوال و جواب ہوں، مجلس ذکر ہے۔اس حدیث میں قرآن وحدیث پڑھنے پڑھانے کو مجلس ذکر کہا گیا ہے۔

ان لوگوں کو چاہیے کہ اگر مجلس ذکر ہی کا شوق ہے تو مساجد میں قرآن وحدیث کی تعلیم و تدریس کا اہتمام کریں۔ہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔ یہ لوگوں کو قرآن و حدیث سے دور رکھنے کے لئے من گھڑت مجلس ذکر منعقد کرتے ہیں لیکن ذکر کی جو

صورت سنت رسول ﷺ اور اسوہ حسنہ سے ثابت ہے اس کو اختیار نہیں کرتے۔

اگر اللہ کے ذکر کا اتنا ہی شوق ہے تو انہیں چاہیے کہ یہ لوگوں کو رسول ﷺ کی وہ دعائیں یاد کروائیں جو آپ ﷺ نے موقع بہ موقع پڑھنے کی تعلیم دی ہے۔ محنت تو اس پر ہونی چاہیے۔ ثواب بھی ہوگا۔ من گھڑت طریقے ایجاد کر لینا ان کو ہی اختیار کرنے پر ضد کر لینا ہی دراصل انتشار کا بڑا سبب ہے اور یہیں سے فرقے بنتے ہیں۔ اگر سب مسلمان رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات پر ہی اکتفا کریں۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہ کریں تو اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

ب - مجلس ذکر کے علاوہ ''ذکر کے حلقوں'' کا بھی حدیث میں ذکر آیا ہے۔ کہ یہ جنت کے باغات ہیں جب ان پر گزرو تو کچھ چر لیا کرو۔

الف - پھر وہی سوال پیدا ہو گیا کہ ان حلقوں کا نمونہ ونقشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کیا تھا؟ مجلس ذکر یا حلقہ ذکر کا ایک ہی مفہوم ہے۔ اس کا مطلب میں نے آپ کو ایک حدیث کی رو سے واضح کر دیا ہے اس سے مراد علم کا حلقہ ہے۔ ایسے حلقے یا مجلسیں ہی علم شریعت کے فروغ کا باعث ہوتی ہیں۔ اور آج کل کے مدارس دینیہ اسی زمرے میں آتے ہیں۔

دراصل ان لوگوں کو لفظ ''حلقہ'' سے دھوکہ لگا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد شاید دائرہ بنا کر بیٹھنا ہے۔ حالانکہ حلقہ تو ماحول کے یا علاقے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ''انتخابی حلقے'' ہوتے ہیں۔ اسی طرح حلقہ سے مراد ایک خاص طبقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ خواہ وہ لوگ اکٹھے ایک جگہ نہ بیٹھتے ہوں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں بات سیاسی حلقوں میں مشہور ہے یا فلاں مسئلہ آج کل دینی حلقوں میں زیر بحث ہے وغیرہ۔ اب یہاں حلقوں سے مراد مختلف طبقے ہیں۔

ذکر کے حلقوں سے مراد بھی ایسے لوگوں کا طبقہ ہے جو اللہ کو بہت یاد رکھنے والے دین دار، صاحب تقویٰ لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں سے رابطہ رکھنا ہی دراصل ذکر کے حلقوں سے وابستہ ہونا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں آدمی کا تعلق ایک سیاسی حلقے سے ہے یعنی اس کا اٹھنا بیٹھنا سیاسی لوگوں سے ہے۔ اگر ایک آدمی کا تعلق علماء وصلحاء سے ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ذکر کے حلقے کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا سعادت ہے۔ یہ حلقے جنت کے باغات ہیں۔ ان میں چرنے سے مراد دین کی باتیں سیکھنا ہے۔ فرشتے ایسے لوگوں کا گھیرا کرتے رہتے ہیں۔

اگر ایسے لوگ کسی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت اپنے اپنے طور پر کریں۔ تو یہ بھی ذکر کا ایک حلقہ ہے۔ خواہ وہ ایک ہی آدمی پر مشتمل کیوں نہ ہو؟ مجلس ذکر یا حلقہ ذکر کا تصور ہمارے یہ دوست پیش کرتے ہیں جس میں ایک ذکر کروانے والا ہوتا ہے باقی اس کے گرد دائرہ بنا کر ذکر کرنے والے ہوتے ہیں اور اسی ایک آدمی کے CAUTION پر ہی ذکر کا ایک شور سا برپا ہوتا ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا ہی نام بتا دیں۔ جس نے کسی مسجد میں ایسا حلقہ قائم کیا ہو۔ آخر

حدیث میں ذکر کرنے کا تو آ گیا، کروانے کا تذکرہ کسی حدیث میں کیوں نہیں۔

ب - اجتماعی ذکر پر آپ کو آخر کیا اعتراض ہے۔ انفرادی ذکر تو آپ بھی مانتے ہیں۔

الف - بھائی جس بات کا ثبوت ہے وہ ہم کیوں نہ مانیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس قسم کی مجلس ذکر منعقد نہیں کی۔ انفرادی طور پر ذکر کیا۔ ہدایات آپ ﷺ دیا کرتے تھے۔ مثلاً ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی ترغیب موجود ہے۔ آپ ﷺ نے نہ ہی فرمایا اور نہ ہی صحابہ کی زندگی میں اس کی مثال ملتی ہے کہ لوگ ایک دائرے کی شکل میں جمع ہوئے ہوں اور ایک آدمی کے CAUTION پر باقی سب ذکر کرتے ہوں۔

ب - ایک نیکی اگر انفرادی ہو سکتی ہے تو وہی اجتماعی طور پر کیوں نہیں ہو سکتی؟

الف - آپ ہی بتائیں کہ نماز کے فرضوں کے ساتھ جو سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ آپ انفرادی کیوں پڑھتے ہیں۔ کبھی سنتوں کی جماعت بھی ہو جایا کرے تو کیا حرج ہے؟ اگر یہ انفرادی پڑھی جا سکتی ہیں تو اجتماعی کیوں نہیں پڑھی جا سکتیں؟ اگر کوئی آدمی آج مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد دو سنتوں کی جماعت کرا دے تو آپ کا کیا فتویٰ ہوگا؟ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حنفی مذہب میں ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانا ممنوع ہے۔ حالانکہ آپ کے نظریئے کے مطابق نیکی کا کام اگر دوسری مرتبہ ہو جائے تو کیا حرج ہے؟

ب - حدیثوں میں حلقہ ذکر اور مجلس ذکر کے الفاظ تو اجتماع پر دلالت کرتے ہیں۔

الف - میرے بھائی! یہ بات تو میں وضاحت سے بیان کر چکا ہوں۔ علمی حلقوں کو ہی مجالس ذکر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کچھ لوگ انفرادی طور پر تلاوت وغیرہ یا کسی اور ذکر میں مشغول ہوں تو اس پر بھی ''مجلس ذکر'' کا ہی اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن جو مجلس ذکر ان لوگوں نے ایجاد کر لی ہے اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے اس طرح کی مجلس منعقد کرنے کی کوشش کی تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان پر گمراہی کا فتویٰ لگا دیا اور خوب ڈانٹا۔

ب - اچھا! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں مجلس ذکر منعقد کرنے والوں کو ڈانٹا تھا؟

الف - ہاں! ہاں! یہ پورا واقعہ حدیث کی کتاب دارمی شریف کے صفحہ ۶۸، ۶۹ پر موجود ہے۔

ب - واقعہ کیا ہے؟

الف - یہ دیکھئے حدیث کی کتاب دارمی شریف صفحہ نمبر ۶۸، ۶۹ جلد نمبر ۱ باب فی کراھیۃ اخذ الرأی۔

((قَالَ اَبُوْ مُوْسیٰ (الاشعری) رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ (لِاِبْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللّٰه عنه) قَالَ ...... رأَیْتُ فِی الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوْسًا یَنْتَظِرُوْنَ الصَّلٰوۃَ فِی کُلِّ حَلَقَةٍ رَجُلٌ وَفِیْ اَیْدِیْهِمْ حَصًا

فَيَقُولُ كَبِّرُوا مِائَةً فَيُكَبِّرُونَ مِائَةً فَيَقُولُ هَلِّلُوا مِائَةً فَيُهَلِّلُونَ مِائَةً وَيَقُولُ سَبِّحُوا مِائَةً فَيُسَبِّحُونَ مِائَةً قَالَ فَمَا ذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا اِنْتِظَارَ رَائِكَ اَوْ اِنْتِظَارَ اَمْرِكَ قَالَ اَفَلَا أَمَرْتَهُمْ اَنْ يَّعُدُّوا سَيِّآتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِهِمْ اَمَرْتَهُمْ ثُمَّ مَضَى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّٰى اَتٰى حَلَقَةً مِنْ تِلْكَ الْحِلَقِ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَا هَذَا الَّذِي اَرَاكُمْ تَصْنَعُونَ؟ قَالُوا يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَصًا نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ وَالتَّسْبِيحَ قَالَ فَعُدُّوا سَيِّآتِكُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَّا يَضِيعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَيْءٌ وَيْحَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ مَا اَسْرَعَ هَلَكَتُكُمْ هٰؤُلَاءِ صِحَابَةُ نَبِيِّكُمْ ﷺ مُتَوَافِرُونَ وَ هٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تَبْلَ وَاٰنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنَّكُمْ لَعَلَى مِلَّةٍ هِيَ اَهْدٰى مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ أَوْمُفَتِّحُوا بَابِ ضَلَالَةٍ قَالُوا وَاللّٰهِ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَيْرَ قَالَ وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُّصِيبَهُ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَنَا أَنَّ قَوْمًا يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَايْمُ اللّٰهِ مَا اَدْرِى لَعَلَّ اَكْثَرُهُمْ مِنْكُمْ ثُمَّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ رَأَيْنَا عَامَّةَ أُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُونَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ مَعَ الْخَوَارِجِ))

[سنن دارمی باب فی کراهیة أخذ الرأی:۲۱۰]

''حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا ...... میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو گول دائروں (حلقوں) میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ جونماز کا انتظار کررہے تھے اوران کے ہاتھوں میں چھوٹی کنکریاں ہیں اور دائرے میں ایک آدمی ہے جو کہتا ہے۔سومرتبہ''اللہ اکبر'' کہوتو لوگ اس کی اقتداء میں''اللہ اکبر'' کہتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سومرتبہ''لا الہ الا اللہ'' کہو پھر وہ''لا الہ الا اللہ'' کہتے ہیں۔اس کے بعد وہ کہتا ہے سومرتبہ ''سبحان اللہ'' کہو۔ پھر وہ''سبحان اللہ'' کہتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے کہا۔''تم نے یہ دیکھ کران کو کیا کہا''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔''میں نے ان کو کچھ نہیں کہا میں آپ کی رائے اور حکم کا منتظر ہوں۔'' آپ نے فرمایا تم نے انہیں یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ اس کی بجائے وہ اپنے گناہوں کا شمار کریں اورنیکیاں نہ ضائع ہونے کی تم ان کوضمانت دیتے۔اس کے بعدعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود تشریف لائے اوران حلقوں (دائروں) میں سے ایک حلقے کے قریب کھڑے ہوکر فرمایا تم یہ کیا کررہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا۔ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت) ہم (ان کنکریوں کے ذریعے) تکبیر،

تہلیل اور تسبیح گن رہے ہیں۔فرمایا اس کے بجائے اپنے گناہ گنو۔میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔اس کے بعد فرماتے ہیں۔اے امت محمد ﷺ! تم کس قدر جلدی ہلاکت کی طرف چل پڑے ہو۔ابھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بڑی تعداد میں موجود ہیں اور آپ ﷺ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور نہ ابھی آپ کے برتن ٹوٹے ہیں (یعنی آپ کے انتقال کو زیادہ مدت نہیں ہوئی) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یا تو تم نے کوئی ایسا دین دریافت کر لیا ہے جس میں دین محمد ﷺ سے زیادہ ہدایت ہے اور یا تم گمراہی کے دروازے کھول رہے ہو۔انہوں نے یہ ورد کرنے والوں سے کہا۔انہوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن خدا کی قسم! ہماری نیت تو صرف نیکی حاصل کرنے کی ہے۔تو جواب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔''کتنے ہی نیکی کی نیت سے عمل کرنے والے اس سے محروم رہتے ہیں۔'' اس کے بعد انہوں نے حدیث رسول ﷺ بیان کی کہ بعض لوگ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا۔اور اللہ کی قسم لگتا ہے کہ تم میں سے زیادہ وہی ہیں۔پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ بات کر کے واپس چلے گئے۔حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔جنگ نہروان کے دن (ذکر کے حلقے بنانے والے) ان لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ خارجیوں کے ساتھ مل کر ہم پر تیر برساتے تھے۔

اب آپ اس واقعہ کو دیکھ لیجئے کہ ایک جلیل القدر صحابی رسول ﷺ اس حلقہ ذکر کو گمراہی کا دروازہ کھولنے کے مترادف قرار دے رہے ہیں اور یہ حلقہ ذکر تقریباً وہی نقشہ پیش کرتا ہے۔جو آج کل دوسرے لوگ پیش کرتے ہیں۔اگر آج حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے آئیں تو وہ ان پر کیا فتویٰ لگائیں گے اور جس طرح یہ ہمیں ذکر کا منکر قرار دیتے ہیں۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھی ذکر کا منکر کہیں گے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

ب - اگر یہ واقعہ اسی طرح ہے پھر مروجہ مجلس ذکر کا کوئی جواز ہی نہیں۔

الف - ذکر تو اصل میں آہستہ ہی ہوتا ہے۔قرآن مجید نے عموماً ذکر آہستہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ﴾ [الاعراف:۲۰۵]

''اور اپنے رب کو دل میں یاد کر، عاجزی کرتے ہوئے، چپکے سے، اونچی آواز کے بغیر۔اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [الاعراف:۵۵]

''اپنے رب کے ساتھ عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے دعا کیا کرو بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں

کرتا۔''

نیز فرمایا:

﴿ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴾

[مریم:۳]

''اے پیغمبران سے حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کیجئے کہ جب انہوں نے اپنے رب کو دبی آواز میں پکارا۔''

ب - بخاری شریف کی ایک حدیث یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے نماز کے ختم ہونے کا پتہ اس وقت چلتا تھا جب مسجد میں ذکر کی آواز بلند ہوتی تھی۔

الف - یہ حدیث بالکل صحیح ہے لیکن یہاں پھر وہی گھپلا موجود ہے کہ اپنے مطلب کی بات لے لی اور باقی چھوڑ دی۔اسی بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خود وضاحت کرتے ہیں کہ وہ آواز جو سنتے تھے وہ ''اللہ اکبر'' کی آواز ہوتی تھی۔ یعنی جونہی سلام پھیرتے تھے ایک دفعہ ''اللہ اکبر'' بلند آواز سے پڑھتے تھے۔اور الحمدللہ آج اہلحدیث اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔آپ کو اگر کسی اہلحدیث مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہو تو آپ کو یہ صدا سنائی دے گی۔ذرا اور آگے چلیئے اسی بخاری شریف میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ آمین اس زور سے کہتے تھے کہ مسجد گونج جاتی تھی۔ذکر بالجہر کا زور اس جگہ کیوں صرف نہیں ہوتا۔ہم تو الحمدللہ اہل حدیث ہیں ہر حدیث پر عمل کرتے ہیں بشرطیکہ صحیح ہو۔

ب - بہرحال ذکر بالجہر تو ثابت ہو گیا۔

الف - ہاں جس جگہ آنحضرت سے با آواز بلند پڑھنا ثابت ہے ہم انہی موقعوں پر بلند آواز سے ہی پڑھیں گے۔اب آپ دیکھیں نماز ایک ذکر ہے۔ظہر وعصر کی نمازوں میں امام آہستہ قرات کرتا ہے۔مغرب عشاء اور فجر کی پہلی دو رکعتوں میں با آواز بلند کرتا ہے۔اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ثابت ہے۔اب کوئی شخص ان تمام اذکار کو با آواز بلند پڑھنا شروع کر دے تو یہ ٹھیک نہیں۔مثلاً ۳۳ مرتبہ الحمدللہ، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔یہ بھی ذکر ہے اور ہم کرتے ہیں۔لیکن یہ ذکر آہستہ ہوتا ہے۔شور مچا کر نہیں۔

دراصل ذکر کی روح آہستہ آواز سے ہے............ جہر کی بعض باتیں استثنائی ہیں ان کو عموم کے لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔قرآن نے ذکر کو عموماً آہستہ رکھا ہے۔ذکر کی اصل روح ہی یہ ہے کہ آہستہ ہو۔اگر دائرے کی شکل میں، با آواز، با جماعت ذکر کا کہیں ثبوت ہوتا تو یہ نمونہ حدیثوں میں موجود ہوتا۔تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس نمونے کو اختیار فرماتے اور ہر زمانے میں یہ کام ہوتا۔آئمہ، محدثین، فقہاء اس سعادت سے محروم نہ ہوتے۔جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہ کیا ہو ہمیں مقرر کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔

شریعت اتباع رسول اللہ ﷺ کا نام ہے نہ کہ من مانے طریقوں پر ڈٹ جانے کا نام۔

ب - اچھا تو یہ لوگ پھر کیوں باز نہیں آتے؟

الف - اس لیے کہ اس مخصوص طریقے سے ان کا فرقہ برقرار رہتا ہے۔ یہ ان کے فرقے کا شعار ہے۔ اگر وہ اس کو چھوڑ دیں تو ان کے فرقہ وارانہ وجود کو خطرہ ہے۔ اسی طرح جو لوگ اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنے پر اڑے ہوئے ہیں ان کا مقصد اپنے فرقے کی پہچان کروانا ہے ورنہ درود و سلام تو وہ اذان کے بعد آہستہ پڑھ سکتے ہیں اور حدیث میں اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کے بارے میں حکم ہے۔ جسے وہ نہیں کرتے۔ اذان سے پہلے کرتے ہیں تا کہ ان کے فرقے کی پہچان ختم نہ ہو جائے۔

ب - یہ لوگ کس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں؟

الف - یہ لوگ بریلوی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ب - یہ لوگ تو کہتے ہیں ہمارا کسی فرقے سے کوئی تعلق نہیں ہم تو اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں۔

الف - یہ لوگ اپنے آپ کو چھپاتے ہیں۔ لیکن اپنے عقائد کی وجہ سے چھپ نہیں سکتے۔ ان سے پوچھا یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ نور من نور اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا اور حاجت روا تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ ان کے عقائد کیا ہیں؟

ب - یہ لوگ اپنے فرقے کو کیوں چھپاتے ہیں؟

الف - تا کہ لوگ ان کو غیر فرقہ وارانہ تصور کر کے ان کے قریب ہوں اور ان کے عقائد اپنا لیں۔

ب - باتیں تو آپ کی بڑی واضح ہیں نا معلوم یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔

الف - بس جی اللہ ہی سمجھا دے۔

ب - اچھا جی آپ کی بہت مہربانی آپ نے مجھے ایک اہم مسئلہ سمجھایا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ السلام علیکم!

الف - وعلیکم السلام۔